پاکستانی عورت کے معاشی مسائل اور کردار

The Role of Pakistani Women and her economicl Problems

*عروج فاطمہ

*ڈاکٹر صاحبزادہ باز محمد

Abstract

This research paper have been discussed numerous studies on Empowerment of Women in Pakistan covering variety of problems and issues, micro, macro and regional levels, and almost all general aspects of related to women empowerment have been studies by social, economical and political scholars.

As apparent from the preceding detailed discussion on the existing literature on the empowerment of women at different levels in Pakistan, attempts made so far suffer discerningly although with the following significant limitations: (i) All the studies reveals a predominant bias of being macro level studies. Such studies by their very nature do not touch the core of reality, since it is not possible to know from the inner base of the mountain, the problem. The correct approach necessary is to dissect the problem into small pieces and then make an intensive effort to assess the reality; (ii) In the present development context in Pakistan, rapid changes are taking place on the economic scene, which bring in their trail, far reaching changes in the social, cultural, and political aspects of life.

---

*ایم فل اسکالر شعبہ مطالعہ پاکستان جامعہ بلوچستان

*چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ بلوچستان

Therefore, even though a number of micro-studies existing, initiating of a new study in this area would have undiluted importance as such an attempt is bound to throw up several new facts in any empirical exercise having a bearing on policy issues. Thus, on its own, the necessity of a new micro study remains evergreen.

Keywords: Economical Problems of Women; literature on the empowerment of women; social, economical, cultural, and political aspects of life.

انسان کی دونوں صنفوں کے جسمانی، نفسیاتی اور نامیاتی خصائص وافعال ہر مفصل بحث اور جامع ترین سائنسی معلومات کے نتیجے میں یہ عمومی فیصلہ اخذ کیا گیا ہے کہ عورت کا دائرہ کار گھر سے باہر ہے۔ عورت کا یہ اولین اور بنیادی فرض ہے کہ وہ گھربار چلائے۔ عورت کو قدرت نے ایسی صلاحیتوں سے نوازا ہے جن کی بدولت وہ بچوں کی نگہداشت، نشو ونما اور تعلیم وتربیت کے لیے موزوں ترین ہے اس طرح نسل انسانی کا مستقبل عورتوں کے ہاتھ میں سونپ دیا گیا ہے۔

عورت کی کامل توجہ کا ارتکاز گھر پر مرکوز رہنا بہت ضرورت ہے نیز کوئی بھی دوسرا کام اس کے فرائض کی ادائیگی میں مخل نہ ہونا چاہیے۔ تاہم وہ عورتیں جن کے بچے نہ ہوں وہ اپنے زائد وقت کو ایسی متفرق سرگرمیوں میں وقت کرسکتی ہیں جو معاشرے میں مفید اور سود مند ثابت ہوں۔ کسی بھی قسم کی معاشرتی ذمہ داریوں حتیٰ کہ اجتماعی عبادات میں بھی عورتوں کو کبھی شدت سے راغب نہیں کیا گیا کہ وہ اپنی گھریلو ذمہ داری کی ادائیگی سے فرار پر مجبور ہو جائیں۔

عورت کو رزق کمانے کی فکر سے آزاد کیا گیا ہے اسی طرح اس کا مقام ومرجہ بحال رکھا گیا ہے۔ اگر اس پر رزق کمانے کا بوجھ ڈال دیا گیا تو نہ تو وہ گھر چلا سکے گی نہ اپنے لیے رزق کمانے کے قابل ہو سکے گی۔ فکر معاش سے آزادی اس لیے دی گئی تاکہ وہ اپنی ذمہ داریوں میں کامل منہمک ہو سکے تاہم وہ اپنے مرکزی دارئرہ عمل (گھر) کو کسی بھی اہم کام اور ذمہ داری کے لیے بوقت ضرورت

چھوڑ سکتی ہے۔الغرض عورت پر بلا ضرورت وحکمت گھر سے باہر نکلنے پر پابندی اس لیے لگائی گئی ہے کہ عورت وہ کام سنبھالے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے جس کی اس میں صلاحیتیں ہیں اور جس کا کوئی نعم البدل موجود نہیں ہے دوسری طرف قیادت کے لیے جن اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس میں نہیں ہیں۔

مسائل کی اس تقسیم کے پیش نظر اس کو گھر میں ٹکے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ﴾(۱)

"اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو۔"

اصل میں لفظ'قرن' استعمال ہوا ہے بعض اہل لغت نے اس کو قرار سے ماخوذ قرار دیا ہے اور بعض نے "وقار" سے اور اگر اس کو قرار سے لیا جائے تو معنٰی ہوں گے"ٹک کر رہو" اور اگر"وقار" لیا جائے تو مطلب ہوگا"سکون سے رہو"۔دونوں صورتوں میں آیت کا منشایہ ہے کہ عورت کا اصل دائرہ عمل اس کا گھر ہے، اس کو اس کے دائرے میں ہی رہ کر اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دینے چاہئیں۔(۲)

﴿وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُن﴾سے ابو بکر الجصاصؒ نے یوں تشریح کی ہے:

((وفیہ الدلالۃ علی ان النساءمامورات بلزوم البیوت منھیات عن الخروج))(۳)

اس میں دلیل ہے اس بات کی کہ عورتیں اپنے گھروں سے چمٹی رہنے پر مامور ہیں اور ان کو باہر نکلنے سے روک دیا گیا ہے۔

عبد اللہ جمال الدین آفندیؒ فرماتے ہیں:

((المراۃ عورۃ))(۴)

عورت نام ہے پردہ کا۔

((النساءعورۃ فاستروھا بالبیوت))(۵)

عورتیں پردہ ہیں ان کو گھر کے اندر رکھو۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((والمراۃ راعیۃ علی بیت زوجھا وولدوھی مسئولۃ))(٦)

عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کی اولاد کی نگران ہے اور اس سے متعلق ان سے باز پرس ہوگی۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہٖ))(٧)

تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور جواب دہ ہے۔

فرید وجدیؒ فرماتے ہیں:

”فطرت نے عورت کو خانہ داری کے کاموں اور اپنی اولاد کی پرورش کے لیے پیدا کیا ہے۔اور وہ عمل ولادت اور رضاعت کے ایسے سخت طبعی عارضوں میں مبتلا ہوتے رہنے کی وجہ سے ان کاموں کو نہیں کرسکتی، جو مرد کر سکتے ہیں۔سوسائٹی کی جو بہترین خدمت عورت ادا کرتی ہے وہ یہ ہے کہ عورت بیاہی جائے، بچے جنے اور اپنی اولاد کی تربیت کرے،یہ ایک ایسا بدیہی قضیہ ہے کہ جس کے ثابت کرنے کے واسطے کسی طویل بحث کی حاجت نہیں ہے۔“ (٨)

مولانا امین احسن اصلاحیؒ فرماتے ہیں:

”عورت کا اصلی میدان عمل اس کا گھر ہے نہ کہ باہر ، اس لیے بغیر کسی حقیقی ضرورت کے اس کا غیر متعلق کاموں میں شرکت کے لیے نکلنا یا سیر سپاٹے ، تفریح ، تماشہ بینی اور پکنک کے لیے جانا اپنے حسن و جمال اور بناؤ سنگار کی نمائش کرتے پھرنا ناجائز ہے۔“ (٩)

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

> ”اولاً: عورت کے اعضاءو اعصاب اور رگو ریشہ پر نسوانیت کے اور مرد کے اعضاءو اعصاب پر مردانگی کے نقوش مرتسم کر دیئے گئے ہیں۔ ثانیاً: ان کے اعضاءو اعصاب کی تربیت اس انداز سے کی گئی ہے ، ایک ہی نوع کی چیزیں مختلف مقامات پر رکھ دینے سے مختلف فرائض سرانجام دے سکیں۔“(10)

اسلام کا اعجاز و کمال یہی ہے کہ وہ عورت کو عورت کے مقام پر رکھ کر اور اس سے اس کی فطری صلاحیتوں کے مطابق کام لے کر اسے عزت و توقیر اور احترام و تکریم کا حق دار بناتا ہے بخلاف اس کے کہ تہذیب مغرب عورت کو اس کے فطری دائرہ کار سے اکھاڑ کر اسے مردوں کے دائرہ عمل میں لاتی ہے اور پھر اسے مصنوعی مرد بنا کر اس سے کام لیتی ہے۔جو مردوں کی فطرت سے تو میل کھاتا ہے مگر خواتین کی فطرت سے نامانوس ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کو ایسی منفرد خصوصیات اور مخصوص صلاحیتوں سے نوازا ہے جنہیں اگر اس کے وظیفۂ حیات کی مناسبت سے اور اس کے مقصدِ زندگی کی روشنی میں دیکھا جائے تو عقل یہ باور کرنے پر مجبور ہوتی ہے کہ مرد کے میدان عمل سے عورت کا دائرہ الگ اور متغائر ہی ہونا چاہیے۔

اسلامی تاریخ میں عورت کا معاشی کردار

اسلام نے عورت کا دائرہ کار صرف گھر تک نہیں رکھا بلکہ اس کی پرواز عمل کے لیے وسیع فضا مہیا کی ہے۔وہ جس طرح علم و ادب کی راہ میں پیش قدمی کر سکتی ہے اسی طرح عورت کو مختلف پیشوں کو اپنانے اور بہت سی ملی و اجتماعی خدمات کے انجام دینے کی بھی اجازت ہے۔

اسلام ایک فطری دین ہے اس نے عورت کو اس کے فطری دائرہ کار میں رکھتے ہوئے اسے عزت و عظمت کا بہترین مقام عطا کیا ہے۔اور اسے تعلیم و تربیت کے مواقع فراہم کیے ہیں کہ جن کی بنا پر وہ اپنی مخفی صلاحیتوں کو اجاگر کرتے ہوئے معاشرہ میں اپنا بھرپور کردار ادا کرسکتی ہے۔

اسلامی تاریخ گواہ ہے صحابیات اور قرون اولیٰ کی مسلمان عورتیں امورِ خانہ داری کے علاوہ دیگر معاملات مثلاً معیشت ، تبلیغ و جہاد میں پیش پیش تھیں ااور اسلامی معاشرہ ان کی راہ میں حائل نہیں ہوا۔خواہ عرب کا علاقہ ہو یا اندلس کا ، ترکی کا ہو یا ایران کا، برصغیر کا ہو یاافریقہ کا، غرضیکہ ہر جگہ اور ہر دور میں کبھی بھی مسلمان عورت کو غیر ضروری قید و بند میں نہیں رکھا گیا بلکہ اس نے حتیٰ المقدور ہر شعبہ زندگی میں اپنی حدود میں رہتے ہوئے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

بنیادی طور پر کسب معاش کی ذمہ داری مرد پر ہے لیکن حالات و واقعات کی مناسبت سے اگر یہ ذمہ داری عورت پر بھی آجاتی ہے تو اسلام اس کو ممنوع قرار نہیں دیتا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْب" مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ط وَلِلنِّسَآء نَصِيْب" مِّمَّا اكْتَسَبْنَ﴾(11)

"مردوں کے لیے ان کی کمائی کے مطابق حصہ اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی کے مطابق حصہ ہے ہاں اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہا کرو۔"

کسی حد تک تو عورت کا معیشت ، معاشرت، زراعت اور تجارت کے امور میں شوکت کرنا مستحسن بھی سمجھا گیا ہے کیونکہ انسان کو خوراک ، لباس، مکان ، علم ، ترقی اور خوشحالی کی ضرورت ہے۔ تہذیب و تمدن جس قدر ترقی پائیگا انسان کی احتیاجات میں اسی قدر اضافہ ہوتا چلا جائیگا صرف شرط یہ ہے کہ یہ وسعت شریعت کے احکامات کی حدود کو پامال نہ کرے۔

روایات کے مطابق عرب کے جاہلی معاشرے میں کسب معاش کے چاروں ذرائع تجارت، زراعت، دستکاری، حرفت اور مزدوری واجرت اختیار کرنے کی آزادی حاصل تھی اور وہ حقیقت میں ان کے ذریعہ مال ودولت کماتی تھیں۔صرف پیٹ بھرنے کی حد تک نہیں اور نہ صرف تن ڈھانکنے اور سر چھپانے کی حد تک بلکہ باقاعدہ دولتمندی کے حصول کے لیے بھی۔یہ حق وآزادی اور واقعہ تاریخی عہد

نبوی کے مکی اور مدنی دور میں بھی استوار رہا اور خواتین ان چاروں ذرائع سے آمدنی حاصل کرتیں اور دولت جمع کرتی رہیں ان میں حضرت خدیجہؓ کی تجارت کا واقعہ مشہور و معروف ہے۔

اس سے اسلام کا مزاج اور رجحان کا پتہ چلتا ہے وہ یہ نہیں چاہتا کہ عورت اجتماعی سرگرمیوں سے بالکل کنارہ کش ہو کر رہے اور اپنے دائرہ سے باہر کبھی کوئی کام انجام ہی نہ دے کیونکہ صرف گھر میں رہنا اور اس کی پرسکون زندگی کا عادی بننے سے عورت میں بڑی آسانی سے تکلف و تصنع، عیش و راحت، نازک طبعی اور غیر مستقل مزاجی جیسی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں۔جبکہ کامیاب سماجی جدوجہد میں شامل ہونے والی عورت جفاکشی ، سادگی اور استقلال جیسی صفات کی حامل بن جاتی ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ:

> ”ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے سمندری سفر کر کے جہاد کرنے والوں کے لیے بڑا اجر اور ان کے فضائل ذکر کیے تو ام حرامؓ نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں داخل کردے۔ آپ ﷺ نے اس سعادت مند گروہ میں ان کی شمولیت کی دعا کی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا(پریشان نہ ہو)مہارا شمار سابقین میں ہے۔“(12)

غور کیجئے ! جہاد اور وہ بھی سمندر پار کر کے، زندگی کا سب سے زیادہ صبر آزما اور ایثار و قربانی کا طالب عمل ،اس میں عورت کی شرکت کی حضور ﷺ دعا فرما رہے ہیں۔حالانکہ جہاد اس پر فرض نہیں ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام عورت کو اس قابل بنانا اہتا ہے کہ وہ زندگی کے شدامت کا استقلال کے ساتھ مقابلہ کر سکے چنانچہ اسی غرض سے شریعت نے عورت کو سادہ اور پر مشقت زندگی کی تعلیم دی ہے۔

عہد نبوی میں خواتین کی کاروباری دنیا

ا۔ تجارت

عہد نبوی میں بہت سی عورتیں تجارت کیا کرتی تھیں۔ حضرت خدیجہؓ کی تجارت شام سے وسیع پیمانے پر تھی۔ حضرت خدیجہؓ کی ایک بہن حضرت ہالہؓ مکی عہد میں چمڑے کی کھال کی تجارت کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے شادی کے سلسلہ میں ان سے اپنے ایک ساتھی اور ہم عمر حضرت عبد اللہ بن حارث ہاشمی کے ساتھ بازار یا ان کے مقام تجارت پر ملاقات کی تھی۔(13)

حضرت قیلہؓ نے حضور ﷺ سے عرض کی:

((انی افرأة ابیع وأشتری))(14)

"میں ایک ایسی عورت ہوں جو مختلف چیزوں کو بیچتی اور خریدتی بھی ہوں۔"

اسی طرح حولہ، ملیکہ، ثقیفہ اور ام ورقہ وغیرہ عطریات کی تجارت کرتی تھیں۔ اسماء بنت مخرمہؓ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں عطر کا کاروبار کرتی تھیں۔

۲۔ فلاحت و کاشتکاری

تہذیب کی ابتداء ہی سے عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی رہیں ہیں خصوصاً جس وقت مردوں کی تعداد کم ہوتی تھی عورتیں اپنے شوہر اور والد کے ساتھ چارہ خشک کرنے وار جانوروں کو کھیتوں میں چرانے کے کاموں میں مشغول رہتی تھیں، وہ صبح اور دوپہر کے وقت کھیتوں میں کھانا لاتی تھیں اور دوسرے کام کرتی تھیں اس کی وضاحت حضرت موسیٰؑ کے قصے سے ہوتی ہے جب وہ مصر چھوڑ کر مدین روانہ ہوئے تو انھیں دو لڑکیاں ملیں جو اپنی بھیڑوں کی نگرانی کر رہی تھیں اور چرواہوں کے آنے سے پہلے اپنے جانوروں کے لیے کنویں سے پانی نکالتی تھیں۔(15)

حضرت جابرؓ کی خالہ کا قصہ بیان کیا جا چکا ہے کہ انھیں نبی ﷺ نے عدت کے دوران بھی اس بات کی اجازت دے دی کہ جاؤ کھجور کے درختوں سے پھل اتارو ہوسکتا ہے تم صدقہ کر دو اور ثواب کی حقدار بنو۔(16)

حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ کاقصہ بھی مشہور ومعروف ہے ان کے خاوند نے ان سے اظہار کیا اور وہ دونوں نبی ﷺ کے پاس مسئلے کو دریافت کرنے کے لیے آتے تو آپ ﷺ نے شوہر کو حکم دیا کہ جب تک اس مسئلے کے سلسلے میں کوئی حکم نازل نہیں ہو جاتا تم اپنی بیوی سے الگ رہو بیوی نے کہا :

((یا رسول اللہ مالہ من شیءو ما ینفق علیہ الا وٗن))(17)

ان کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے میں ہی ان پر خرچ کرتی ہوں(پھر وہ مجھ سے الگ رہ کر کس طرح زندگی گزارسکتے ہیں؟)

عہد نبوی ﷺ میں کئی خواتین اپنے مردوں کے ساتھ کھیتی باڑی میں اس لیے شامل ہوتیں کہ ان کے گلوں میں جانوروں کے ریوڑ میں اضافہ ہو۔ان کے شوہروں کی زراعت ترقی کرے مگر یہ تمام صحابیات کا مشغلہ نہ تھا بلکہ سرسبز مقامات کے باشندوں کے ساتھ مخصوص تھا۔

مدینہ منورہ میں انصار کی تمام عورتیں کاشتکاری کرتیں اور خاص کر سبزیاں بوتی تھیں۔حضرت اسماءبنت ابو بکرؓ گھر کا کام کاج بھی کرتی تھیں اور اپنے کھیتوں سے گھوڑے کا چارہ اور کھجور کی گٹھلیاں سر پر لایا کرتی تھیں۔

۳۔ خیاطت اور کپڑا بننا

حضرت فاطمہ بنت شبیہؓ وغیرہ کے تذکروں سے پتہ چلتا ہے کہ انصار کی عام عورتیں سلائی کا کام کرتی تھیں۔(18)

متعدد خواتین ، جاہلی اور اسلامی دونوں ادوار میں کپڑا بننے کا کام کرتی تھیں اور بنے ہوئے کپڑوں کو بیچا کرتی تھیں۔حضرت عائشہؓ نے ایک پردہ اور ایک قالین اسی طرح خریدی تھیں۔ایک

خاتوں نے ایک چادر بن کر خدمت نبوی میں ہدیہ کی تھی۔ قومی کاروان قریش میں مکہ کی خواتین نے سوت کات کر اور کپڑے بن کر بیچے تھے اور ان سے حاصل شدہ آمدنی قومی کارواں میں لگائی تھیں۔ یہ قومی کارواں قریش ،غزوہ بدر ۲ میں مکہ سے شام بھیجا گیا تھا اور جس میں تمام باشندگان مکہ نے بہت زیادہ سرمایا لگایا تھا۔

صحابہ کرامؓ کی بہت سی باندیاں خیاط تھیں یا کپڑا بننے والی تھیں خیاطی، بخاری، نسامی اور ایسے بہت سے کام عورتوں سے متعلق تھے۔امام بخاریؒ کی کتاب اللباس کے باب لبس والقیسی کے ترجمہ الباب میں لکھا ہے کہ قسیہ قسی ریشمی کپڑا شام سے یا مصر سے آتا تھا۔(19)

۴۔ صنعت و حرفت

عورتیں کارخانے بھی قائم کرسکتی ہیں اور دکان کھولنے کی بھی اجازت ہے ضرورت کے وقت عورت کو شریعت منع نہیں کرتی۔ اگر عورت بیوہ ہو، مطلقہ ہو، یا اس کا شوہر بیماری وغیرہ کی وجہ سے معقول رقم نہ کما سکتا ہو تو وہ معاشی ضروریات کے لیے کاروبار کا کوئی بھی سلسلہ اختیار کرسکتی ہے۔کوئی بھی کاروبار جو فائدہ مند ہو۔ قانونی اور معقول ہو، اختیار کیا جاسکتا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا کہ طبعی موت مرنے والے جانوروں کی کھال کو دباغت کے بعد استعمال کر لیا جائے۔(20)

میمونہؓ فرماتی ہیں کہ کچھ لوگ گدھے کے برابر بھیڑ کو لے کر آنحضرت ﷺ کے قریب سے گزرے آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم اس کی کھال کو استعمال کیوں نہیں کرتے انھوں نے کہا کہ یہ طبعی موت مری ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

”پانی اور فلاں درخت کے پتے اس کی جلد کو پاک کر دیتے ہیں۔“(21)

آنحضرت ﷺ کی زوجہ حضرت سودہؓ کو دباغت کا علم تھا اور جانوروں کی کھالوں کو دباغت دیا کرتی تھیں ، فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ہماری ایک بھیڑ مر گئی اور ہم نے تازہ اتری ہوئی کھال کو دباغت دیا پھر اس میں کھجوریں بھر دیں۔(22)

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کام کرنے والوں کی ہمیشہ حوصلہ افزائی فرمائی ہے چاہے مرد ہو ں یا عورتیں ہوں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی بیوی صنعت وحرفت سے واقف تھیں اس کے ذریعے اپنے اور اپنے خاوند اور بچوں کے اخراجات پورے کرتی تھیں۔

۵۔ طبابت اور جراحت

طب اور جراحت میں رفیدہ، اسلمیہ، ام مطاع، ام کبشہ، حمنہ بنت جحش، معاذہ لیلیٰ، امیمہ، ربیع بنت معوذ، ام عطیہ، ام سلیم کو زیادہ مہارت حاصل ہے۔یہ جنگ واصن میں مریضوں کا علاج اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں ، روایات میں مذکور ہے کہ:

”رفیدہ انصاریہ یا اسلمیہ ...... تو رسول اللہﷺ نے فرمایا اسے رفیدہؓ کے خیمے میں لے جاؤ جو مسجد کے پاس ہے۔تاکہ قریب ہونے کی وجہ سے میں ان کی عیادت کیا کروں، اور وہ مسلمان زخمیوں اور مریضوں کا علاج مفت کیا کرتی تھیں۔ (23)“

بعض خواتین پیشہ ور جراح اور طبیب کی حیثیت سے اپنے فن سے کماتی تھیں۔فی سبیل اللہ علاج و معالجہ کی خدمات تو غزوات، مہمات تک ہی محدود ہوسکتی تھیں کیونکہ وہ طبی خدمات کے لیے تو جنگ میں شریک ہوتی تھیں لیکن زمانہ امن و امان اور عام حالات میں علاج معالجہ ایک پیشہ ورانہ ذریعہ آمدنی ہے روایات سیرت و تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہلی اور اسلامی دونوں ادوار میں خواتین طبابت سے آمدنی حاصل کرتی تھیں، گھریلو دوادارو یا علاج معالجہ ایک عام فن بھی تھا اور بہت سی خواتین عصر اپنے مردوں کے مانند بسا اوقات فوری علاج کی خدمات انجام دے لیتی تھیں یہ ہر ایک گھر کی کہانی تھی۔

۶۔ رضاعت بطورِ پیشہ

ایک خاص نسوانی ذریعہ آمدنی اور پیشہ وکاروبار ضاعت کا تھا۔زمانہ قدیم سے عرب سماج میں پیشہ ور مرضعات(دودھ پلاتیوں)کا ایک طبقہ ہر ایک علاقے ممیں چلا آتا تھا۔بعض جدید و قدیم سیرت نگاروں نے اسے نفرت انگیز یا ملازمت آگین پیشہ قرار دیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے دودھ پلا کر اپنے رضاعی بچوں اوربچیوں کے سرپرستوں سے عطایا حاصل کرنا ایک معزز اور محبت بھر کام تھا جو متعدد اتحاد و تعاون کے رشتوں میں باندھ دیتا تھا۔یہ قدیم پیش عہد اسلامی اور عہد نبوی میں بھی جاری رہا اور رضاعی ماؤں کا ایک طبقہ ان کے ذریعہ آمدنی پاتا رہا۔اس طبقہ محبت الفت کی وسعت کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جا سکتا ہے کہ تمام اشراف کے بچے اور بچیاں رضاعت کے لیے بادیہ(دیہات)میں ضرور بھیجے جاتے تھے اور اس بنا پر بدوی قبائل و بطون کا یہ خاس پیشہ تھا، شہری لوگوں میں اِکا دُکا۔

- مشہور ترین مرضعہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ تھیں جو رسول اکرمﷺ کی رضاعی ماں تھیں اور آپﷺ کے علاوہ متعدد دوسرے اکابر کو بھی رضاعت کے ذریعہ پالا تھا ان رضاعی بچوں کے سرپرستوں نے ان کو مناسب عطایے سے نوازا تھا۔رسول اللہﷺ نے ہمیشہ ان کو اور ان کی اولاد کو اپنے ہدایا اور تحائف سے مالا مال کیا۔یہی دوسروں کا بھی طریقہ تھا۔
- حضرت ثوبیہؓ بھی باقاعدہ مرضعہ تھیں جو کہ مکہ مکرمہ میں یہ خدمت انجام دیتی تھیں۔انھوں نے بھی رسول اکرمﷺ اور بعض دوسرے اکابر قریش کی خدمت کی تھی اور ان کو سرپرست خاندان نے ہمیشہ عطایا سے سرفراز کیا تھا۔
- حضرت ام بردہؓ رسول اللہﷺ کے فرزند حضرت ابراہیمؓ کی رضاعی ماں تھیں ان کے شوہر کو رسول اللہﷺ نے خاصی قیمتی چیزیں ان کی خدمت کے عوض دی تھیں۔(24)

اسی طرح امہات المومنین میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہؓ کی مرضعات کا ذکر بھی ملتا ہے۔

۷۔ مختلف دوسرے پیشے اور ان کی خواتین

عرب جاہلی اور مسلم سماجوں میں بعض دوسرے پیشے بھی تھے اور ان سے زیادہ تر عورتیں ہی وابستہ تھیں ان کا تعلق عورت کے مسائل و معاملات سے ہوتا تھا، ظاہر ہے کہ ان کے لیے عورتوں کو ہی ترجیح دی جاتی تھی اور یہ فطری بات بھی تھی۔

i۔ مشاطہ

دلہنوں کو بالخصوص اور دوسری خواتین کی زیب و زینت اور آرائش کے لیے ایک خاص طبقہ تھا جو عام و خاص مواقع پر مشاطگی کرتا تھا یہ اپنے فن کی ماہر عورتیں ہوتی تھیں۔زیبائش میں وہ بالوں کو سنوارنے کا کام بھی کرتی تھیں۔حضرت خدیجہؓ کی ایک مشاطہ کا ذکر خیر بھی ملتا ہے۔حضرت عائشہؓ اور دوسری خواتین عصر کے بیاہ اور رخصتی کے مواقع پر مشاطہ کا ذکر ملتا ہے۔

ii۔ قابلہ

بچوں کی ولادت کے لیے دائیوں کا ایک طبقہ تھا۔ بعض اہل خاندان کی بری بوڑھیاں یہ کام ضرور انجام دے لیتی تھی مگر ان کے علاوہ خالص پیشہ ور قابلہ"دائیاں" ہوتی تھی۔حضرت سلمیٰؓ ان میں سے ایک تھیں جنھوں نے حضرت خدیجہؓ کے تمام بچوں،بچیوں کی ولادت کے علاوہ بناتِ طاہرات اور دوسری خواتین کے بچوں کی ولادت میں دایہ کا کام کیا تھا۔مکی دور میں ام انمار بنت سباعؓ ایک دایہ بھی تھیں۔(25)

iii۔ حاضنہ

کمسن بچوں اور بچیوں کی دیکھ بھال اور پرورش کے لیے عرب سماج میں عورتوں کا ایک خاص طبقہ حاضنہ(انا)کا بھی تھا۔ان میں باندیوں کے علاوہ اجرت پر کام کرنے والی آزاد خواتین بھی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی انا حضرت ام ایمنؓ اس بات میں شہرت و عظمت رکھتی ہیں۔ان کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے فرزند گرامی حضرت ابراہیمؓ کی بھی ایک دائی، انا اور کھلاتی تھیں جن کا ذکر حدیث کی کتابوں میں آتا ہے۔حالانکہ ان کے شوہر لوہاری کا کام کرتے تھے مگر وہ خود انا کا کام کرتی تھیں۔ان کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرزند دلبند کے لیے ان کا انتخاب کیا تھا۔

۸۔ سرکاری نوکری

نظام حکومت یا انتظامیہ میں عورت کی شمولیت کا مسئلہ خاصانازک ہے اور اپنی جہات کے لحاظ سے بہت اہم بھی ہے لیکن خاتون جراحوں ، طبیبوں اور دوسری ماہرات فن سے کام لے کر رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے کسی حد تک گنجائش ضرور نکالی ہے۔

بازار کی افسر کی حیثیت سے رسول اللہ ﷺ نے ایک خاتون کا تقرر کر کے ایک بہت اہم اور دوررس نتائج کا حامل اقدام کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ کافی حیرت انگیز بات ہے کہ بازار کے خالص مردانہ تجارتی کاروبار کی دیکھ بھال اور انتظام و انصرام کے لیے آپ ﷺ نے ایک خاتون کا تقرر کیا تھا وہ تھیں حضرت شفائیؓ جو مدینہ منورہ کے ایک بازار کی افسر تھیں۔

۹۔ فوجی خدمات

قرون وسطیٰ میں بہت سی خواتین فوجی خدمات سرانجام دیتی رہی ہیں منصور کے عہد میں علی بن عبد اللہ کی صاحبزادیاں ام ایمن اور لبابہ لباس حرب میں ملبوس اسلامی افواج کے ساتھ بار نطین علاقے کی طرف مارچ کر رہی تھیں۔

یارحسن کے دور میں بھی یہ شہزادیاں گھوڑوں کی رکھوالی کرتیں اور فوجیوں کو میدان جنگ میں بھیجتی تھیں۔عہد نبوی میں بھی جہاد میں شرکت اور مجاہدین کی خدمت کے لیے بہت سی صحابیات مصروف عمل نظر آتی ہیں۔ام عمارہؓ نے جنگ احد میں حضور ﷺ کے دفاع کے لیے مردوں کی سی ثابت قدمی اور بے باکی وشجاعت کا مظاہرہ کیا کہ انتہائی افراتفری اور انتشار کے عالم میں بھی نبی ﷺ نے ان الفاظ میں ام عمارہؓ کی تعریف فرمائی:

((وما ولتفت يميناً ولا شمالاً الا وانا اراها تقا تل دونی))(26)

ربیع بنت معوذؓ کا بیان ہے کہ:

((كنا نغزوامع رسول الله نستقى القوم ونغدمهم ونود اتعتلى والجراهى الى المدينۃ۔))(27)

''ہم نبی ﷺ کے ساتھ جہاد پر جاتی تھیں اور ہماری خدمات یہ ہوتی تھیں کہ مجاہدین کو پانی پلاتیں ان کی خدمت کرتیں۔ جنگ میں کام آنے والوں اور زخمی ہونے والوں کو مدینہ لوٹاتیں۔''

10۔ عدالت کی سربراہ

خلیفہ مقدر عباس کی ماں سب سے بڑی عدالت''ولایۃ المظالم'' کی سربراہ تھی۔ حسن بن ابراہیم حسنؒ فرماتے ہیں:

''خلیفہ مقدر عباس کی والدہ لوگوں کی Appeals سنتیں اور ان کی شکایات کا ازالہ کرتی تھی۔''(28)

تاریخ اسلامی میں خواتین بہت سے شعبوں میں کام کر رہی تھیں یہاں ان سب کا احاطہ کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ عہد نبوی ﷺ اور اسلامی ادوار میں خواتین کو کاروبار کرنے اور کسب اختیار کرنے کا حق حاصل تھا اور اس حق کو خواتین عصر نے خوب استعمال کیا تھا۔

آنحضرت ﷺ اپنی زندگی میں بہت سی ایسی عورتوں سے ملے جو مختلف ہنروں کی ماہر تھیں یا مختلف کاروبار کرتی تھیں۔ لیکن آپ ﷺ نے کبھی انھیں منع نہیں فرمایا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ گھریلو حالات اور معاشی دباؤ کے تحت اگر عورتوں کو کارزار زندگی میں قدم رکھنا پڑے تو انھیں مختلف ہنر سیکھنے چاہیے اور ان میں حصہ بھی لینا چاہیے تاکہ روزگار کا سلسلہ بن سکے۔

عورت کی فکر معاش کے اسباب

آج کی دنیا میں عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ ہر میدان میں کام کر رہی ہیں یا کرنا چاہتیں ہیں۔ یہ تبدیلی اچانک نہیں آتی بلکہ اس کے پیچھے پہلی اور خاص طور پر دوسری جنگ عظیم کی بے پنا تباہ کاریاں ہیں جن کے باعث مغربی معاشروں میں افرادی قوت کا بحران پیدا ہوگیا تھا۔ ان کے ماہرین کے

نزدیک اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ خواتین کو معاشی اور اقتصادی سرگرمیوں میں زیادہ سے زیادہ شریک کر لیں۔خواتین کو معاشی جدو جہد پر بات کرتے ہوئے پہلا سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں عورت ملازمت کیوں کرے جبکہ اس کی اور خاندان کی کفالت مرد کے ذمے ہے؟

اس میں شک نہیں کہ عورت کو معاشی مصروفیت سے آزاد رکھا گیا ہے تاکہ وہ خاندان کی بقا اور ترقی پر اپنا وقت صرف کرسکے لیکن بعض اوقات اسے اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ وہ دوسرا کوئی کام کرنے کا حق نہیں رکھتی یا اس کے لیے معاشی جدو جہد کے تمام راستے بند کر دیئے گئے ہیں یہ ایک غلط خیال ہے اسلامی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ عورتوں نے اپنے گھروں کے علاوہ معاشری جدوجہد میں ہمیشہ حصہ ڈالا ہے آج کی عورت بھی اپنے مرد کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے معاشرے میں مصروف عمل ہے اس کے باہر نکلنے کے بہت سے اسباب ہیں جن میں چند نمایاں اور اہم اسباب کا تذکرہ اس فصل میں کرنا چاہتی ہوں۔

ا۔ بیوگی، بے سہارگی اور شوہر سے مالی تعاون

عورت کا ملازمت کرنا اسلام کے عائلی نظام کی روح سے متضادم ضرورہے تاہم اسے حرام قرار نہیں دیا جاتا خاص طور پر جب یہ ملازمت ذاتی مجبوری اور حالات وحوادث کے دباؤ کے تحت کی جارہی ہو تو یہ فعل اسلام کی نظر میں قابل تحسین بن جاتا ہے جب شوہر کی معذوری یا موت یا شوہر کی مالی حالت کے اچانک کسی بحران کا شکار ہو جانے پر عورت کا جذبہ رفاقت اسے مجبور کرتا ہے کہ آگے بڑھ کر محنت اور ملزمت کر کے شوہر کے لیے سہارا ثابت ہو یا اس کی موت کی صورت میں معصوم بچوں کی کفالت کا فریضہ سرانجام دے۔

ایسے وقت میں ضرورت ہے کہ معاشرہ اعلیٰ اقدار کا حامل ہو اور کسی مرد کو معصیت کا شکار ہوجانے سے نکل آئے۔ایسے حالت میں بھی پیش آتے ہیں کہ باپ بوڑھا ہے اور اس کی صرف بیٹیاں ہیں یا بیٹے سب سے چھوٹے ہیں اور کنبے کی معاشی حالت دگر گوں ہے تو چھورے بہن بھائی اور بوڑھوں کی کفالت اور گھر کی دال روٹی چالنے کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا کہ گھر کی

باصلاحیت، احساس ذمہ داری رکھنے والی اور کسی مناسب ملازمت کے لیے اہل خاتون ملازمت اختیار کرے تو ایسا کرنے میں کوئی شرعی اور اخلاقی قباحت نہیں ہے۔جس ملازمت کرنے والی خاتون کے دل میں یہ احساس رہنا چاہیے کہ گھر کے ماحول سے نکل کر باہر کی دنیا میں نوکری خاص حالات ہی میں اس کے لیے روا ہے۔اس کی مثال حضرت شعیبؑ کی زندگی سے لی جا سکتی ہے وہ خود بوڑھے ہیں اور گھر میں کوئی بیٹا نہیں ہے تو ان کی دو بیٹیاں روزانہ کنویں پر پانی بھرنے کے لیے جاتی ہیں جس میں ایک دن ان کی ملاقات حضرت موسیٰؑ سے ہو جاتی ہے حضرت موسیٰؑ نے ان سے اس حال میں کھرے ہونے کی وجہ پوچھی تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم اس انتظار میں ہیں کہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں تو بعد میں ہم پلائیں گے کیونکہ ہمارا باپ بوڑھا اور کمزور ہے وہ یہاں آنے کے قابل نہیں نہ وہ پانی نکال سکتا ہے نہ ہم اتنا بھاری ڈول نکال سکتی ہیں چرواہے چلے جائیں گے تو ان کا بچا کچا پانی ہم پلالیں گے یا بعد میں تھوڑا تھوڑا نکال کر انھیں پلائیں گی اس پر حضرت موسیٰؑ نے اکی مدد کی۔(29)

۲۔ متعین معاشی حقوق سے محرومی

پاکستانی معاشرہ میں عورتوں کو حق وراثت اور حق مہر حاصل کرنے میں بہت سے مسائل کا سامنا ہے اکثر باپ تو اپنی زنگویں میں ہی جائیداد بیٹوں کے نام کر جاتے ہیں لڑکیوں کی شادیاں اس وجہ سے نہیں کی جاتیں کہ جائیدواد دوسرے گھروں میں داماد کے ہاتھ چلی جائے گی۔چند دن پہلے ایک خاتون نے بتایا کہ ان کے امیر کبیر باپ نے اپنی آٹھ کروڑ کی پراپرٹی بیچی اپنی تین بیٹیوں کو آٹھ آٹھ لاکھ روپے دیے اور بغیر پراپرٹی میں سے باقی تمام رقم تین بیٹوں کے نام کردیے۔اپنی وفات کے قریب وہ جس بیتے کے پاس رہتا تھا باقی رہ جانے والی جائیداد خودبخود اس کو مل گئی اس طرح تینوں بیٹیوں کو آٹھ کروڑ کی جائیدا میں صرف آٹھ آٹھ لاکھ روپے ملے۔

ایسے بہت سے قصے ہمارے معاشرے میں عام ہیں پھر شوہر سے نان ونفقہ کے حصول میں بیوی کو بہت سی پیچیدگیوں اور دسواریوں کا سامنا ہے اور جب عورتوں کے معاشی حقوق یونی ملکیت جائیداد ، حق مہراور وراثت وغیرہ عملاً روبہ عمل نہیں ہوتے تو ان میں غربت، بے بسی اور کمزوری کا

احساس نشوونما پاتا ہے اپنی اسی بے بسی اور کمزور حیثیت کو بدلنے کے لیے عورتیں خود ملازمت کے لیے گھروں سے باہر نکل آتی ہیں۔

معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے یہ انتہائی ناگزیر ہے کہ عورت کو اس کے حقوق دیئے جائیں کیونکہ عورت نصف انسانیت ہے ثابت شدہ بات ہے کہ اگر اس کے حقوق کی نفی کی جائے گی تو اس کے بھیانک نتائج رونما ہوں گے اور مجموعی طور پر معاشرہ بگاڑاور انتشار کا شکار ہو جائے گا۔

اس سوال کے جواب میں کہ : کیا وجہ ہے کہ آپ ملازمت کرتی ہیں؟18 فیصدکا جواب تھا کہ سرپرست موجود نہیں ہے جبکہ 6٪ کا کہنا تھا کہ سرپرست ہیں مگر معذور ہیں 65٪ کا کہنا تا کہ ان کے شوہروں یا سرپرستوں کی آمدنی بہت کم ہے جس میں گزارہ مشکل ہے جبکہ شوقیہ ملازمت کرنے والیوں کی تعداد 4٪ ہے۔5٪ اپنی صلاحیت کو استعمال کرنا چاہتی ہیں یعنی 18٪ عورتیں اپنے ذوق کی بنا پر ملازمت کررہی ہیں باقی خواتین کے ساتھ مختلف مجبوریاں ہیں۔(30)

۳۔ معاشرتی رسم و رواج

ہمارے مروجہ خاندانی نظام کی بنیاد دو نکات یعنی جائیداد اور دیگر ملکیتی مفادات کا تحفظ نیز جسمانی تقاضوں کو جھٹلانے ، دبانے اور چھپانے پر ہے مروجہ نظام میں پائی جانے والی بیشتر خرابیوں کی تہہ میں مالی مفادات کارفرما نظر آتے ہیں ہمارے رسم ورواج مثلاً وٹہ سٹہ ، بے جوڑ شادیاں، خاندان سے باہر شادی سے گریز، جہیز، ولور، سوارہ، لب وغیرہ کا بنیادی مقصد جائیدا اور دیگر ملکیتی مفادات کا تحفظ ہے نچلے اوت متوسط طبقے پر اقتصادی دباؤ بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان خرابیوں میں مزید اضافہ ہو گا۔(31)

عورتوں کے ساتھ ناانصافی پر بات کرتے ہوئے ایک خاتون لکھتی ہے:

> ”بیٹی جب تک اپنے باپ کے گھر میں ہوتی ہے گھر کے تمام کام کاج کرتی ہے بڑوں سے لے کر چھوٹوں تک سب کی تابعدار ہوتی ہے اس کے باوجود اسے روٹی سب سے آخر میں ملتی ہے جب بیاہ دی جاتی ہے تو دوسرے گھر کی جاگیر ہوتی

ہے یہاں بھی اسے سکھ کا سانس نہیں ملتا کبھی جہیز نہ لانے
پر طعنے سنتی ہے کبھی اپنے حقوق کی بات کرنے پر جلا دی جاتی
ہے ، چولھے ایسے ہی گھروں میں پھٹتے ہیں جہاں عورت اپنے
حقوق کے لیے آواز بلند کرتی ہے۔ غریب خاندانوں میں
عورتوں اور کم عمر بچوں کی حیثیت پیداواری یونت کی ہوتی ہے
جو کام کاج اور محنت مزدوری کر کے پیسے نہ لائیں تو فاقہ کشی
کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔"(32)

جہیز کی ذمہ داریوں کے علاوہ شادی کے موقع پر لڑکے کے لیے سلامی میں گاڑی لڑکی کے نام پر پلاٹ اور بقیہ سسرالی رشتہ داروں کے لیے قیمتی تحائف مثلاً لباس کے لیے سونے کے کنگن، نندوں کے لیے جھمکیاں، دیور کے لیے موٹر سائیکل اور بقیہ بڑی تعداد میں سسرالی رشتہ داروں کے لیے قیمتی جوڑوں کا ہونا پاکستانی شادی کا لازمہ ہے جس کی ساری ذمہ داری لڑکی کے گھروالوں پر ہے۔ اس کے علاوہ اکیلے برات کا کھانا ہی چار پانچ لاکھ تک پہنچ جاتا ہے۔

۴۔ معاشرتی تقاضے اور ضروریات

اہل مغرب کے پیش نظر چونکہ ہر کام کا مقصدو منشائمادی اغراض ہوتی ہیں لہٰذا مغرب میں تعلیم دینے کا مقصد محض اور محض مادی ہوتا ہے وہ انسان کو صرف معاش کمانے اور خواہشات کی تسکین کا مقصد دیتا ہے لہٰذا وہ معاوضے کو بھی تنخواہ(یعنی جسم کی خواہش اور ضرورت)قرار دیتا ہے چنانچہ مسلمانوں میں بھی مغربی تعلیم بیش قیمت ملازمتوں کے حصول کے پردے میں دی گئی پہلے ان پر کاری وار کر کے ان کے معاش کے دروازے بند کر دیے گئے پھر اپنی تعلیم کے عوض ان کو ملازمتوں کا فریب دیا گیا۔

آج کل گلوبلائزیشن کا دور ہے امریکہ تمام دنیا سے اپنے معاشی فوائد سمیٹنا چاہتا ہے اس کا منشایٔہ ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کے تحت جب وہ مسلم ممالک میں داخل ہو تو وہاں اسے اپنی مصنوعات

کی خاطر سستی لیبر مل سکے وہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب خواتین گھروں سے باہر ملازمتوں کے حصول کے لیے موجود ہوں اگر عورتیں پردہ دار ہوں اور گھروں میں بیٹھنے والی ہوں تو ان کے مفادات پورے نہیں ہوسکتے چنانچہ وہ اپنے معاشی مفاد کی خاطر بھی عورتوں کو گھروں سے باہر نکالنا چاہتے ہیں۔

ابو الکلام آزادؒ لکھتے ہیں:

"یہاں نئی تعلیم نے ذریعہ ملازمت ہونے کے سوا کوئی اور فائدہ قوم اور لٹریچر کو نہیں پہنچایا۔"(33)

۵۔ ملازمت سے متعلق ذمہ داریاں اور کردار

جہاں حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ملازمت پیشہ خواتین کے کام کو بہتر اور آسان بنانے کے لیے ان کے ساتھ تعاون کریں وہاں ملازمت کرنے والی خواتین کے اوپر بھی کچھ انتہائی اہم اور ضروری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

سب سے پہلے تو یہ فیصلہ کرنا خاتون کا حق ہے کہ اس کو ملازمت کے لیے باہر نکلنا چاہیے یا نہیں۔کیا اس کی ضرورت گھر میں زیادہ ہے؟ کیا بہر کا نقصان اور ملازمت کرنے کا فائدہ برابر ہے؟ دونوں کو ترازو میں رکھ کر تولیں اور پھر انصاف سے فیصلہ کریں۔خواتین کو علم حاصل کرناچاہیے کہ یہ فرض ہے لیکن اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد ملازمت کی خواہش یا معیارِ زندگی کو بلند سے بلند تر کرنے کا شوق ایک وبا کی طرح مغرب سے ہمارے مسلم معاشرے میں درآیا ہے۔ہماری مائیں ، بہنیں ، بیویاں ، بیٹیاں سب اسی قافلے میں شامل ہونے کے لیے بے چین دکھائی دیتی ہیں۔خاندان کی اکائی کو برقرار رکھنا اور نئی نسل کی تربیت کرنا سب سے ضروری کام ہے۔لیکن یہ سوال اپنی اہمیت کھو دیتا ہے اس کا نقصان ہو رہا ہے ، یہ ہمیں آج نہیں ۵۰ سال بعد پتہ چلے گا کہ ہم نے کیسی قوم تیار کی ہے خواتین میں خود یہ شعور اجاگر ہوناچاہیے کہ قومی سطح پر کون سی چیز ہمارے لیے بہتر ہے ہم سب انفرادی سوچ اور عمل کاشکار ہیں جب تک اجتماعی شوچ نہیں ہوگی ہم نہ ترقی کر سکتے ہیں اور نہ بگاڑ کو ختم کر سکتے ہیں۔

۶۔ مسلمانوں کے کسب معاش کے لیے شرعی اور اخلاقی حدود

ملازمت کرنے والی خاتون کے لیے لازمی ہے کہ وہ مندرجہ ذیل شرعی اور اخلاقی حدود کا خیال کرے۔

i۔ دین ایمان پر ثابت قدمی

دین و ایمان ہر مسلمان عورت کی سب سے قیمتی متاع ہے اس کی قدر کرنا دین کی تعلیمات پر خوشدلی کے ساتھ سعادت سمجھتے ہوئے عمل کرنا واجب ،ایمان میں سے ہے ایسی فضائجہاں رہ کر دینی اقدار پر چلنا ممکن نہیں اسے چھوڑنا مومن عورت پر لازم ہے۔

ii۔ اخلاق کی پاسداری

عورت کی نسوانی قدر و قیمت کو اخلاق سے چمک نصیب ہوتی ہے اسے ملازمت اختیار کرنے سے قبل یہ ضمانت حاصل کر لینی چاہیے کہ جن مقام پر اسے کام کرنا ہے وہاں اخلاقی اقدار کی پاسداری آسان اور ممکن ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اکمل المومنین ایماناً احسنهم خلقاً))(34)

لہٰذا ملازمت ایسی ہونی چاہیے کہ معاشرے میں اخلاقی انحطاط کا باعث بنے اور نہ وہ کسی ممنوعہ تجارت یا سرگرمی میں حصہ لے جو کہ اس کے مذہب ، اخلاقی برتری، اسکی عظمت اور اس کے اچھے کردار کو متاثر کرتی ہو۔

iii۔ پردہ حجاب کا استعمال

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَا بِيْبِهِنَّ﴾(35)

"جب وہ کسی ضرورت سے باہر نکلیں تو سر کے اوپر سے چادر لٹکا لیا کریں۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾(36)

مسلمان عورت کو چاہیے کہ وہ حتیٰ الامکان اپنی نگاہ کی حفاظت کرے اور آنکھوں کے ذریعے کسی ایسے فتنے میں نہ پڑے جو بعد میں اس کے لیے مشکلات پیدا کردے۔

iv۔ آزادانہ اختلاط سے اجتناب

اور یہ بھی کوشش کرنی چاہیے کہ کسی مرد سے تنہائی میں نہ ملے۔حدیث میں آتا ہے:

''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے، کیونکہ ان دونوں کے درمیان تیسرا شیطان ہوتا ہے۔''(37)

v۔ اظہارِ زینت کی ممانعت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى﴾(38)

''اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو۔''

اسلام نے عورت کو محرم رشتہ داروں تک محدود رکھا ہے جیسا کہ حضور ﷺ سفر سے واپسی پر گھر میں پیغام بھجوادیتے تاکہ بیویاں اپنے آپ کو سنوار لیں مگر غیر محرموں کے سامنے اصول﴿لایبدین زینتھن ﴾ہونا چاہیے۔

vi۔ شوہر کی اجازت

گھر سے باہر نکلنے کے لیے لازمی ہے کہ عورت کا شوہر اس بات پر راضی ہو کیونکہ شوہر کی اطاعت و خدمت ازدواجی زندگی کی ضمانت کے علاوہ آخرت کی عظیم سعادت بھی ہے عورت اس زعم میں ملازمت نہ کرے کہ وہ مرد کے برابر ٹھہرے بحیثیت انسان دونوں ہی اللہ کی نظر میں برابر ہیں۔ لہٰذا ملازمت مرد کی مجبوریوں میں تعاون کے جذبے کے ساتھ اختیار کی جائے نہ کہ مرد کو مجبور بنانے کے لیے ہو۔بیوی ہے تو شوہر کی رضامندی شامل ہو اور اگر بیٹی ہے تو باپ کی رضامندی شامل ہو۔

vii۔ گھریلو ذمہ داریوں کا احساس

عورت کی اصل ذمہ داری گھر سنبھالنا اور بچوں کی پرورش و تربیت ہے اگر اس کی ملازمت کی وجہ سے اس کی اصل ذمہ داری پوری نہیں ہو پارہی اور گھر کا سکون و انتظام خطرہ میں پڑگیا ہے تو

اس کی اصل توجہ کا مرکز گھر ہوناچاہیے ایسے میں ملازمت کرنا اگر اس کی معاشی ضرورت ہے تو وہ کوئی ایسا کام کرے جو وہ گھر بیٹھے ہوئے انجام دے سکے اور معاشی مسئلے میں صبر و تحمل سے کام لے کر گزارا کرئے۔

المختصر اسلام نے عورت کو مکمل آزادی دی ہے کہ وہ معاشی میدان میں حصہ لے لیکن جہاں اس کو میدان عمل میں آنے کی اجازت دی وہاں اس پر چند پابندیاں بھی عائد کر دی ہیں۔ان پابندیوں کا مطلب اس کی آزادی ختم کرنا نہیں بلکہ عورت کو مکمل تحفظ دینا ہے لہٰذا اس کو ایک ذمہ دار کی حیثیت سے اپنا معاشی کردار ادا کرنا چاہیے۔

حوالہ جات

۱۔ الاحزاب ۳۳:۳۳۔

۲۔ ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن،لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، 1998ء، ج:۴،ص:90۔

۳۔ ابو بکر جصاص،احکام القرآن ،بیروت، دار احیاء التراث العربی،1994ء، ج:۳،ص:360۔

۴۔ عبد اللہ جمال الدین آفندی، حجاب المرأۃ، قاہرہ، مکتبۃ التراث الاسلامی،1986ء، ص:108۔

۵۔ ابن قتیبہ، عیون الاخبار، المجلد الرابع، الجزء العاشر، کتاب النساء، باب سیاسۃ النساء ومعاشرتھن، ص:78۔

۶۔ بخاری، محمد بن اسماعیل ، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، باب قو اللّٰہ تعالیٰ اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم، حدیث:7138۔

۷۔ ایضاً، کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القری و المدن، حدیث:۳۹۳۔

۸۔ فرید وجدی، المرأۃ المسلمۃ ، مترجم:ابو الکلام آزاد، مسلمان عورت،بیروت، دارالفکر الاسلامی،س۔ن ص:80۔

۹۔ مولانا امین احسن اصلاحی، پاکستانی عورت دوراہے پر،لاہور، مکتبہ جدید پریس،1978ء، ص:86۔

10۔ شاہ ولی اللہ ، حجۃ اللہ البالغہ،لاہور،قدیمی کتب خانہ، 1983ء، ج:ا،ص:273۔

اا۔ النساء 23:4۔

12۔ بخاری، محمد بن اسماعیل ، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوالمرأۃ فی البحر، حدیث:2665۔

13۔ ابن کثیر، عماد الدین ابو الفداء اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم،لاہور، سہیل اکیڈمی،1986ء، ج:ا، ص:267،266۔

14۔ ابن سعد،ابو عبد اللہ محمد، الطبقات الکبریٰ،بیروت، مکتبہ للطباعۃ والنشر، 1978ء، ج:۸،ص:311۔

15۔ القصص 221:28۔

16۔ سنن ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب فی المبتوتہ تخرج بالنھار، حدیث:2297۔

17۔ محمد ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج:۸،ص:378۔

18۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ،بیروت، دارالحیاء التراث العربی،س۔ن، ج:13،ص:81۔

19۔ ابن حجر عسقلانی، فتح البار ی شرح صحیح البخاری، بیروت،دارالفکر،س۔ن، ج:10،ص:321۔

20۔ مسلم بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الحیض، باب طھارۃ جلود المیتۃ بالدباغ، حدیث:366۔

21۔ بخاری، محمد بن اسماعیل ، الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ علی موالی ازواج النبی، حدیث:1492۔

22۔ ابن اثیر،عز الدین، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ،ریاض، المکتبۃ الاسلامیۃ،س۔ن، ج:۵، ص:385۔

23۔ بخاری، محمد بن اسماعیل ، ادب المفرد، باب کیف اصبحت، حدیث:1129۔

24۔ صدیقی، محمد یٰسین مظہر،ڈاکٹر، عہد نبوی میں رضاعت ،اعظم گڑھ،معارف، جون 1996ء، ص:150۔

25۔ ایضاً۔

26۔ ابن اثیر،اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، ج:۵،ص:605۔

27۔ نیل الاوطار: باب استصحاب النساء المصلحۃ المرضی والجرحی والخذمۃ، ج:۹،ص:۱۴۱۔

28۔ ابن اثیر،اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، ج:۵،ص:509۔

29۔ القصص 23:28۔

30۔ سلیم منصور خالد، خواتین:معاشی اختیار اور تعلیم،کراچی، دارالاشاعت، 2004ء،ص:85۔

31۔ روزنامہ آج کل، ۱۱اپریل 2009ء۔

32۔ روزنامہ جنگ ، ۶ اگست 2009ء۔

33۔ فرید وجدی، المرأۃ المسلمۃ ، مترجم:ابو الکلام آزاد، مسلمان عورت، ص:۱۱۔

34۔ سنن ابو داؤد، کتاب السنۃ ، باب الدلیل علی زیادۃ الایمان وتفصانہ، حدیث:4682۔

35۔ الاحزاب 59:33۔

36۔ النور 31:24۔

37۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، السنن، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی کراہیۃ الدخول علی المغیبات، حدیث:۱۱۷۱۔

38۔ الاحزاب ۳۳:۳۳۔